امراض کی تکالیف سے بچنے کیلئے ضروری ہے انسان دوا بھی کرے اور خدا کے حضور بھی جھکے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴؍نومبر ۱۹۷۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ۔ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج کل ہمارے ملک میں بھی اور باہر سے آمدہ اطلاعات کے مطابق بعض بیرونی ممالک میں بھی ملیریا، انفلوئنزا اور گلے کی خرابی نے وبائی صورت میں انسان پر حملہ کر رکھا ہے۔ یہ تینوں بیماریاں بظاہر اکٹھی حملہ کرتی ہیں۔ چنانچہ یہاں ربوہ میں بھی بڑے بھی اور چھوٹے بچے بھی بڑی کثرت سے بیمار ہوتے رہے ہیں۔ بہت سے اب بھی بیمار چلے آ رہے ہیں۔ بعض گھروں میں تو سارے کے سارے گھر والے بیمار پڑے ہوئے تھے۔

جہاں تک انفلوئنزا کا تعلق ہے یہ ضروری نہیں کہ گلے، ناک اور سر پر اس کا حملہ ہو اور ساتھ بخار ہو جائے بلکہ بعض دفعہ تو یہ معدہ اور انتڑیوں پر بھی حملہ کرتا ہے جس کی وجہ سے پیچش اور اسہال کی بیماری خصوصاً بچوں میں بڑی کثرت سے پائی جاتی ہے۔ پچھلے دنوں تو ربوہ میں بہت سے چھوٹے بچے وفات پا گئے۔ یہ ایسی بیماری ہے جو بڑوں اور چھوٹوں سب پر حملہ کرتی ہے۔ بعض دفعہ چند گھنٹوں کے بخار میں مریض کی وفات ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انفلوئنزا کی نئی قسم کے VIRUS (وائرس) یعنی کیڑے حملہ آور ہوئے ہیں جن کی ابھی تک صحیح طور پر تشخیص نہیں ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں ان بیماریوں سے محفوظ رکھے۔ انفلوئنزا کا پہلا بڑا حملہ جو انسان کے علم میں آیا وہ ۱۹۱۸ء کا فلو تھا۔ اس میں مجھے یاد ہے قادیان میں ایک وقت

میں آدھے شاید اس سے بھی زیادہ یعنی ستر اسّی فیصد دوست انفلوئنزا کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پر بھی اس کا بڑا سخت حملہ ہوا تھا۔ حالت بڑی پریشان کن اور تشویشناک تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو صحت عطا فرمائی۔ اسکے بعد دو چار بار فلو وبائی شکل میں مختلف ملکوں میں حملہ آور ہوتا رہا ہے۔ مگر تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہر دفعہ انفلوئنزا کے وائرس یعنی کیڑے مختلف شکل کے ہوتے تھے جن پر پہلی دوائیوں کا اثر بھی نہیں ہوتا تھا مثلاً انسان نے اپنے تجربہ سے ۱۹۱۸ء میں جو دوائیاں ایجاد کیں ان کا اثر بعد کے وبائی فلو کے اوپر نہیں ہوا۔ لندن میں ایک ہومیو پیتھک فرم ہے جس نے ۱۹۱۸ء اور اس کے بعد کے مختلف وبائی فُلو کے جو کیڑے ہوتے رہے ہیں ان کو ٹی بی کے کیڑوں کے ساتھ اکٹھا کر کے ہومیو پیتھی کی شکل میں علاج تیار کیا ہے۔ یہ دوا احتیاطی تدبیر کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے تا کہ فلو نہ ہو۔ میں نے بھی یہ دوا منگوائی تھی اور بہت سے دوستوں کو پچھلے سال استعمال کروائی تھی۔ اکثر دوستوں کو اس سے بڑا فائدہ بھی ہوا۔ گو یہ دوا بڑی اچھی ہے لیکن اس دفعہ میں نے یہ دوا استعمال نہیں کرائی کیونکہ ہم نہیں کہہ سکتے اگر کوئی نیا وائرس یعنی کیڑا ہے تو اس پر وہ اثر بھی کرتی ہے یا نہیں۔

بہرحال بیماری خواہ کسی بھی شکل میں ہو۔ وبائی شکل میں ہو یا روزمرہ کی ان بیماریوں کی طرح ہو جو عام طور پر کسی نہ کسی کو ہوتی ہی رہتی ہے۔ اصل شافی تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ۝ (الشعراء:۸۱) یعنی جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (اللہ) مجھے شفا دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے بیماری انسان کی غلطی اور گناہ کا نتیجہ ہوتی ہے کیونکہ کھانے پینے اور رہنے سہنے کے طریق اسلام نے بتا دیئے ہیں کہ کس طرح اپنے جسم کی حفاظت کرنی ہے اور کھانے کو ہضم کرنے کے لئے کیا طریق اختیار کرنا چاہئے وغیرہ چنانچہ اس دنیا میں صحت مند رہنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو احکام بیان فرمائے ہیں جب انسان انکی پرواہ نہیں کرتا تو وہ بیمار ہو جاتا ہے پھر چونکہ بیماری خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے اس لئے اسکو دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کو استغفار کے ذریعہ خوش کرنا پڑتا ہے اور اسکی پیدا کردہ ادویہ سے فائدہ اٹھانا پڑتا ہے۔

پھر جہاں تک بیماری کے علاج کا تعلق ہے اور بیمار کی ذہنی کیفیت کا سوال ہے، ہمیں دنیا میں تین قسم کے لوگ نظر آتے ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو دائیں طرف جھکے ہوتے ہیں دوسرے وہ جو بائیں طرف جھکے ہوتے ہیں اور تیسرے وہ جو صراطِ مستقیم کی راہ پر قائم ہوتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ دائیں کو جھکے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شفا تو اللہ تعالیٰ نے دینی ہے اس لئے کسی دوا یا تدبیر کی کیا ضرورت ہے۔ اسکے مقابلہ پر جو لوگ بائیں کو جھکے ہوئے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ صرف دوا کافی ہے۔ دوا نے شفا دینی ہے۔ ایسے لوگ خدا کا خانہ خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ ان دو انتہاؤں کے درمیان جو لوگ صراطِ مستقیم پر قائم ہوتے ہیں یعنی اس سیدھی اور درمیانی راہ کو اختیار کرتے ہیں جس کا اُمَّةً وَسَطًا میں ذکر ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا کیا۔ دوائیوں کو بھی اسی نے پیدا کیا اس لئے دوا نہ کرنا جہاں اسکی نعمتوں کی نافرمانی ہے وہاں دوا پر کُلی بھروسہ کرنا کفر اور شرک ہے اور توحید کی راہ سے بھٹکنے کے مترادف ہے۔

پس جو لوگ یہ کہتے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی نے شفا دینی ہے تو پھر دوا کرنے کی کیا ضرورت ہے، ان سے میں یہ کہوں گا کہ پیٹ بھرنا بھی تو اللہ کا کام ہے لیکن کبھی تم نے یہ نہیں کیا کہ کھانا کھا کر کیا لینا ہے۔ پیٹ تو اللہ نے بھرنا ہے۔ کبھی کسی آدمی نے یہ نہیں کہا کہ سردی سے اللہ نے حفاظت کر دی ہے اس لئے سردی کے موسم میں گرم کپڑے پہننے کی کیا ضرورت ہے مثلاً ان دنوں سردی کی لہر آ گئی ہے اور لوگوں کا خیال ہے کہ شاید اس سے بھی زیادہ آئے گی بہرحال سردی کی وجہ سے لوگ گرم کپڑے مثلاً سویٹر اور کوٹ وغیرہ پہنتے ہیں لیکن اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ کپڑے پہننے کی کیا ضرورت ہے ہم لنگوٹا باندھیں گے یا ستر کا حصہ ڈھانپ لیں گے اور چلیں پھریں گے۔ اب جو شخص بھی ایسا کرے گا وہ بیمار ہو جائے گا اور پاگل کہلائے گا۔ اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوا شفا دے گی خواہ خدا تعالیٰ کی مشیت کچھ اور ہو اور وہ شفا نہ دینا چاہے اس قسم کا خیال بھی غلط ہے۔ دوا صرف اس صورت میں شفا دے گی جب اللہ تعالیٰ کا اسے حکم ہوگا اور ہم دوا کو اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دوا کو استعمال کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے مضامین کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے دوا پیدا کر دی ہے۔ آخر دوا کا تعلق بھی تو اس مادی جسم کے ساتھ ہے

اور جسم کی دیگر ضروریات کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی ہزاروں لاکھوں چیزیں پیدا کی ہیں۔ مثلاً مختلف قسم کے کھانے پیدا کئے ان میں توازن پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کی اشیاء پیدا کیں۔ اس نے ہمارے لئے کپڑے پیدا کئے کپڑے بنانے کے لئے روئی پیدا کی۔ اس نے چودہ چودہ پندرہ پندرہ ہزار فٹ بلند پہاڑوں پر رہنے والی بھیڑیں پیدا کیں جن پر بہت باریک اور گرم اُون ہوتی ہے جسے پشمینہ کہتے ہیں۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ جہاں برف پڑتی ہے اس کے نیچے نیچے ڈھلوانوں میں بھیڑیں پرورش پاتی ہیں جن کی اون ایک تو خود ان کو گرم رکھنے اور دوسرے انسان کو گرمی پہنچانے کا بھی کام دیتی ہے۔ بعض دفعہ عمر کے بعض حصوں میں بعض طبائع ایسی بھی ہوتی ہیں جو بھاری کپڑوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتیں کسی زمانہ میں سردیوں کے دنوں میں بڑا وزنی کوٹ پہن لیا کرتا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک کوٹ دیا تھا جو بڑا موٹا اور وزنی تھا۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک میں نے وہ کوٹ بھی استعمال کیا تھا مگر اب میرے کندھوں کے اعصاب اور عضلات موٹی چیز کا بوجھ برداشت نہیں کرتے۔ میں اپنی بات کر رہا ہوں۔ مجھے کپڑوں میں ایسی ہلکی چیز کی ضرورت ہوتی ہے جو گرم بھی ہو اور کم وزن بھی ہو۔ اس قسم کی چیز کی مجھے تلاش کرنی پڑتی ہے ورنہ پھر ٹھنڈ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ غرض جب اس مادی جسم کے آسائش و آرام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں لاکھوں اشیاء پیدا کی ہیں اور اس جسم کو بیماری کے اثرات سے بچانے کے لئے اس نے دوا بھی پیدا کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور اپنے بندہ کو جو اس کی قدرتوں پر ایمان لاتا ہے یہ فرمایا ہے کہ میں نے تیرے لئے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے۔ تو ضرورت کے وقت اسے استعمال کر۔ لیکن اس کا فائدہ تبھی ہوگا جب تو ساتھ ہی مجھ سے میری رحمت کا طالب ہوگا۔ تب میں دوا کو حکم دوں گا کہ وہ تجھ پر اثر کرے اور تیرے جسم کو حکم دوں گا کہ وہ دوا کے اثر کو قبول کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسئلہ پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اصل شفا اس وقت ملتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم دونوں پر نازل ہوتا ہے یعنی دوا پر بھی اور جسم پر بھی۔ ڈاکٹر جس مریض کو لاعلاج قرار دیتا ہے اس کا مطلب اسلامی

اصطلاح میں صرف اتنا ہے کہ اس مریض کے جسم کے ذرّات دوا کے اثر کو قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتا اور اس کے حضور عاجزانہ رنگ میں جھکتا اور اس سے شفا کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اس کے جسم اور جسم کے ذروں میں دوا کے قبول کرنے کی خاصیت عود کر آتی اور بیمار کو شفا مل جاتی ہے۔

پس یہ کہنا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ شافی ہے اسلئے کسی دوا کے استعمال کی ضرورت نہیں اسلامی تعلیم سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ایسے لوگ دائیں طرف جھکنے والے ہوتے ہیں وہ ظاہر میں توحید کے قائل ہوتے ہیں لیکن اندرونی طور پر اور باطنی لحاظ سے مشرک ہوتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دوائیاں وغیرہ اپنے آپ ہی آ گئی ہیں خدا کی منشاء اور اس کی حکمت کاملہ نے انکو پیدا نہیں کیا ایسا سمجھنا غلط ہے دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے یا وہ حقیقی توحید پر قائم نہیں ہوتے وہ کہتے ہیں کہ بس دوا کھالی۔ آرام آ جائے گا لیکن صرف دوا پر بھروسہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ ویسے اگر خدا تعالیٰ نے شفا دینی ہو تو وہ مٹی کی چٹکی میں شفا رکھ دیتا ہے ہم نے خود اپنی زندگی میں دیکھا ہے کہ سخت تکلیف میں مبتلا بلکہ تڑپتے ہوئے مریض کو مٹی کی ایک چٹکی دی گئی اور اسے آرام آ گیا اور پھر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ایک ہی نسخہ ایک دعا گو طبیب دیتا ہے تو مریض کو شفا ہو جاتی ہے اور ایک غافل شخص جس کو توحید کا علم نہیں ہوتا اور وہ دعاؤں سے کام نہیں لیتا وہی نسخہ اور وہی دوا دیتا ہے لیکن مریض کو شفا نہیں ہوتی۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ ہمارے والد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے۔ ہم سب بھی انہیں ماموں جان ہی کہا کرتے تھے وہ ایک دفعہ شملہ میں تھے خود مریض بھی تھے مگر طبیعت میں استغناء تھا پیسے کا لالچ نہیں تھا۔ طبیعت خراب ہوتی تھی تو وہ اپنے کمپاؤنڈر سے کہتے تھے کہ وہ مریض کو دیکھنے چلا جائے۔ کمپاؤنڈر کو بھی وہی نسخے یاد تھے جو حضرت میر صاحبؓ دیا کرتے تھے لیکن مریض آ کر کہتے تھے کہ آپ خود دوائی لکھ کر دیں۔ کمپاؤنڈر نے جو دوائی لکھ کر دی ہے اس سے آرام نہیں آیا حالانکہ دوائی ایک ہی ہوتی تھی۔ غرض کمپاؤنڈر نے دوائی تو وہی دی لیکن اس نے وہ دعا نہیں کی جو حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ مریض کے لئے کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقعہ پر یہ ہدایت فرمائی

ہے کہ بڑا ظالم ہے وہ ڈاکٹر اور طبیب جو اپنے مریض کے لئے دعا نہیں کرتا۔ ظالم اس لئے ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ صرف دوائی سے آرام آجائے گا یا اس کی طبی مہارت سے مریض کے کام آجائے گی۔ ڈاکٹر کی مہارت اور دوا اس مریض کے کام آتی ہے جب اللہ تعالیٰ آسمانوں سے ایسا حکم نازل کرتا ہے ورنہ وہ فائدہ نہیں کرتی۔

پس بائیں طرف جھکنے والے مریض سمجھتے ہیں کہ بس دوا لے لی ہے دعا کرنے کی ضرورت نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے فضل کی ضرورت نہیں ہے لیکن جو شخص مومن ہے اور راہِ راست اور صراط مستقیم پر چلنے والا ہے۔ وہ دوا کھاتا بھی ہے اور دوا پر بھروسہ بھی نہیں رکھتا۔ وہ دوا اس لئے کھاتا ہے کہ اس کے رب نے اسے کہا کہ تیرے لئے یہ دوا پیدا کی گئی ہے تو اسے استعمال کر۔ دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے رحم کو جذب کرتی ہے جو شخص بیماری کی حالت میں دوا استعمال کرتا ہے اور اپنے رب کے حضور عاجزانہ جھکتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے شفا بخشتا ہے۔

پس میں اپنی جماعت کو خصوصاً اور تمام بنی نوع انسان کو عموماً یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ امراض کی تکالیف سے، ان کے نتائج سے بسا اوقات موت کی شکل میں یا فالج کی شکل میں یعنی بعض دفعہ جسم کے معین حصے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں مثلاً جگر مستقل طور پر خراب ہوجاتا ہے۔ ان سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ دوا کے علاوہ انسان اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے۔ اس سلسلہ میں اپنے احمدی دوستوں سے بالخصوص یہ کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حسب استعداد معرفت وعرفانِ ذات وصفات باری عطا فرمایا ہے اس لئے نہ صرف خود بیماریوں سے بچنا ہے بلکہ دوسروں کو راہ راست کی طرف لانا بھی ہمارا فرض ہے اس لئے جہاں دواؤں کو استعمال کرو وہاں دواؤں پر بھروسہ بھی نہ رکھو کیونکہ دوائیں استعمال نہ کرنا خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے اور دواؤں پر کلی بھروسہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی توحید کے خلاف ہے۔ اسلئے صراط مستقیم کو اختیار کرو۔ دواؤں وغیرہ کو استعمال کرو لیکن یہ نہ سمجھو کہ بس دواؤں کے نتیجہ میں شفا حاصل ہوگی۔ شفا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے گی اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ اور اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کرو کہ وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ۝۸۱ (الشعراء:۸۱) یعنی انسان اپنی غلطی سے

بیمار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحت یاب ہوتا ہے۔

غرض یہ تو تھی علاج معالجہ کے ضمن میں مریض کی ذہنی کیفیت۔ اب ہم طبیب کی ذہنی کیفیت کو لیتے ہیں جو اچھی بھی ہوتی ہے اور بُری بھی ہوتی ہے مثلاً طبیب کی بُری ذہنیت یہ ہوسکتی ہے کہ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے طبیب اپنے مریض کے لئے دعا نہ کرے اور اس کی اچھی ذہنیت یہ ہے کہ وہ اپنے مریض کے لئے دعا بھی کرے لیکن دعا کے علاوہ صحیح تدبیر کرنا بھی ضروری ہے۔

اس وقت ہمارے ہاں مختلف قسم کی طب رائج ہیں۔ ایک کو ایلوپیتھی کہتے ہیں۔ اس کی طرح مغربی ممالک نے ڈالی ہے انہوں نے اس پر ریسرچ کر کے اور مختلف اجزاء کو ملا کر کچھ دوائیں تیار کیں اور مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعہ ان کی تاثیرات معلوم کیں۔ پھر انڈسٹری یعنی صنعت وحرفت کی ترقی کے ساتھ مختلف قسم کے اپریشن ممکن ہوگئے یا اس سلسلہ میں بعض دوائیوں کا استعمال ممکن ہوگیا مثلاً ٹیکہ لگانا اس وقت تک ممکن نہیں تھا جب تک انسان کوئی ایسی باریک سی سوئی نہ بنالیتا جس کے اندر ایسا سوراخ ہو جس کے ذریعہ دوائی مریض کے جسم میں داخل کی جاسکے۔ کیونکہ حقے کی نال کے ذریعہ سے تو انسانی جسم میں ٹیکہ نہیں لگایا جاسکتا۔ پس پانچ سو سال پہلے انجکشن لگانے کا سوال ہی نہ تھا یعنی اگر دوائی کی طرف توجہ ہوتی اور ہم بنا بھی لیتے تب بھی چونکہ انجکشن کا طریق معلوم نہیں تھا اس لئے اسے انسان کے جسم میں داخل نہیں کیا جاسکتا تھا۔

غرض جب تک صنعت وحرفت کی ترقی سے ایسے سامان نہ پیدا ہوگئے اور انجکشن کی سوئی بنانا ممکن نہ ہوگیا اس وقت تک ان دوائیوں کی طرف انسان کو توجہ نہیں ہوئی۔ شروع میں تو صنعت وحرفت کا صرف یہی مطلب تھا کہ کپڑے بنادیئے یا شکر کے کارخانے کی مشینری بنادی لیکن آپریشن کے اوزار کی فراہمی تو صنعت وحرفت کی ترقی یافتہ صورت میں ممکن تھی چنانچہ جب صنعت وحرفت نے ترقی کی اور انسان نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے فائدہ اٹھایا اور انجکشن کی سوئی اور ادویہ وغیرہ بنالیں مگر اس سلسلہ میں انسان نے دو غلطیاں کیں ایک یہ کہ سرجن یعنی جس ڈاکٹر کے ہاتھ میں اپریشن کرنے والا چاقو ہے اس کی ذہنیت یہ ہوگئی کہ جب

بیمار اس کے پاس آتا ہے تو اسے یہ یقین نہیں ہوتا کہ مریض کو فلاں بیماری ہے اس کی انگلیوں میں کھجلی ہونے لگتی ہے وہ کہتا ہے کہ نشتر استعمال ہونا چاہئے۔ اس لئے اگر کسی آدمی کو مثلاً اپنڈکس کی تکلیف ہے تو ڈاکٹر کہتا ہے تم لیٹ جاؤ میں تمہارا آپریشن کرتا ہوں۔ تمہارا پیٹ کھولتا ہوں۔ اپنڈکس خراب ہوئی تب بھی نکال دوں گا اور اگر اچھی ہوئی تب بھی نکال دوں گا۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ اسی لئے کسی زمانہ میں ڈاکٹر کہتے تھے کہ اپنڈکس بے فائدہ ہے مگر اب ڈاکٹر یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے فائدہ پیدا نہیں کی۔ پس اگر کوئی چیز بے فائدہ نہیں تو اپنڈکس کے بھی بعض فوائد ہیں۔ اب جس آدمی کی اچھی بھلی اپنڈکس نکال دی گئی اسے تو گویا اس کے فوائد سے محروم کر دیا گیا۔ سرجن نے شبہ میں (یا بعض تو ویسے ہی شوق میں) پیٹ کھولا اور دیکھا کہ اپنڈکس نہیں ہے تو سوچا کہ اب تو پیٹ کھولا ہوا ہے کیوں نہ اپنڈکس نکال کر باہر پھینک دیا جائے حالانکہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ بہت سے احمدی دوست جو اپنڈکس کی وجہ سے بیمار ہوتے ہیں وہ مجھ سے مشورہ لیتے ہیں تو میں دعاؤں کے بعد (اللہ تعالیٰ ہی میری طبیعت میں کیفیت پیدا کرتا ہے) میں ان کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ آپریشن نہ کراؤ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے۔ آپریشن کے بغیر آرام آجاتا ہے۔ میں نے شاید پہلے بھی بتایا ہے صادقہ حیدر صاحبہ جن کے ہاں بچہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ان کا ایک آپریشن ٹیوب کھولنے کے لئے ہوا مگر اس سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا میں جب ۱۹۶۷ء میں دورے پر گیا تو انہوں نے مجھ سے بھی ذکر کیا کہ میں بڑی پریشان ہوں شادی کو کئی سال ہوگئے ہیں لیکن بچہ پیدا نہیں ہوا۔ ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ بچہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا جب کوئی آدمی میرے سامنے یہ کہے کہ فلاں کام ناممکن ہے تو میری طبیعت بہت پریشان ہو جاتی ہے اور میری غیرت دینی جوش مارتی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ خدا تعالیٰ کے سامنے تو کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔ کہنے لگیں کہ ڈاکٹر کہتے ہیں دوبارہ آپریشن کرواؤ۔ میں نے کہا کہ چھ مہینے تک آپریشن نہ کرواؤ۔ اس کے بعد پھر مجھ سے مشورہ کر لینا۔ چنانچہ تین مہینے بعد اس کا خط ملا کہ مجھے حمل ٹھہر گیا ہے اب دیکھو ڈاکٹر جس بات کو ناممکن قرار دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل نے اسے ممکن بنا دیا حالانکہ ڈاکٹروں کی انگلیوں میں کھجلی ہو رہی تھی وہ انہیں کہتے تھے کہ ہم آپریشن کے لئے دوبارہ چاقو چلا دیتے ہیں۔ دیکھیں

گے اگر ٹھیک ہوا تو رہنے دیں گے ورنہ بچہ پیدا کرنے والے نظام کو کاٹ کاٹ کر باہر پھینک دیں گے۔ پس انسان نے ایک تو یہ غلطی کی کہ جب جراحی کے سامان ترقی کر گئے تو عمل جراحی حدِ اعتدال سے آگے بڑھ گیا اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے جو حدود قائم کی تھیں ان کا خیال نہ رکھا گیا اور اس سے انسانوں کو آرام کی بجائے مزید تکلیف پہنچی۔ علاج کے اس مخصوص طریق میں دوسری خرابی یہ پیدا ہوئی کہ جس طرح انہوں نے آپریشن کے اوزار مثلاً اب تو انہوں نے ایسے چاقو بنا لیے ہیں جن میں بجلی کی ایک خاص طاقت کی لہر ہوتی ہے اور وہ ساتھ ساتھ شریانیں بند کرتی جاتی ہے تاکہ بلیڈنگ نہ ہو اسی طرح ادویہ بھی تیار کر لیں جو نشتر ہی کی طرح تیز اور زود اثر ہوتی ہیں مثلاً جتنی اینٹی بائیوٹک وغیرہ ادویہ ہیں یعنی پنسلین اور مائی سین وغیرہ وہ اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ ادویہ دراصل اندھی ہیں۔ یہ خراب اور اچھے دونوں قسم کے جراثیم ماردیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے پیٹ میں اربوں کی تعداد میں مختلف قسم کے ایسے کیڑے پیدا کئے ہیں جو انسان کے ہضم کے نظام میں اور اس کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے بہت ضروری ہیں مگر مائی سین جو اندھی ہے یہ دے کر اگر بیماری ہے تو نہ صرف بیماری کے کیڑے کو ہلاک کرتی ہے بلکہ ساتھ ہی ان کیڑوں کو بھی تباہ کر دیتی ہے جو انسان کی صحت کے لئے ضروری ہوتے ہیں اور اس طرح اس قسم کی ادویہ کے بالعموم بُرے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ ہمارے اپنے گھر کا ایک چھوٹا بچہ تھا۔ اسے مری میں نمونیہ کی کچھ تکلیف ہوگئی تو ڈاکٹر نے اسے اتنی مقدار میں مائی سین دے دی کہ اسے خون کا کینسر ہو گیا یعنی خون کے سرخ ذرے بننے بند ہو گئے۔ چنانچہ وہ مائی سین کے غلط استعمال کی وجہ سے جلد ہی وفات پا گیا۔ ہمارے ہاں عام آدمی پڑھا ہوا نہیں ہوتا وہ دیکھتا ہے کہ ہمارے محلے میں دو تین آدمیوں کو مائی سین کے استعمال سے فائدہ ہوا ہے تو وہ ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے اور بعض دفعہ ڈاکٹر کہتا بھی ہے کہ مائی سین کی ضرورت نہیں مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں مائی سین کا ٹیکہ ضرور لگوانا ہے۔

پس ایک تو میں مریض اور اس کے لواحقین کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کی انتہائی خطرناک دوائیں انتہائی ضرورت کے وقت استعمال ہونی چاہئیں۔ اس سے پہلے استعمال نہیں کرنی چاہئیں۔ دوسرے میں ڈاکٹروں سے بھی یہ کہوں گا کہ وہ ایسی ادویہ کا اندھا دھند استعمال

نہ کرائیں۔ انگلستان میں کوئی انگریز ڈاکٹر کسی انگریز پر آنکھیں بند کر کے ان دواؤں کا استعمال نہیں کرتا۔ بعض ہمارے احمدی دوست جو بیمار تھے جب وہ انگلستان گئے اور انہوں نے وہاں ڈاکٹروں کو دکھایا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے ملک کے ڈاکٹر بھی عجیب ہیں جو اس کثرت کے ساتھ ان دواؤں کو مریض پر استعمال کرا دیتے ہیں یہ تو بڑی مہلک ادویہ ہیں لیکن یہاں لوگ ڈاکٹروں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں چنانچہ کئی ڈاکٹروں نے مجھے بتایا ہے کہ مثلاً ملیریا بخار کے مریض کہتے ہیں کہ کونین کا ٹیکہ لگا دیں ورنہ ان کی تسلی نہیں ہوگی۔ یہ طریق درست نہیں ہے۔ ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ نے عقل وفراست عطا فرمائی ہے اس لئے بیماری کے علاج سمیت ہر کام عقل وفراست سے کرنا چاہیئے۔

کچھ دن ہوئے میری ایک پوتی جو چند مہینے کی ہے اسے بھی اسی بیماری کا شدید حملہ ہوا جو آج کل ملک میں پھیلی ہوئی ہے اسے بار بار اسہال آنے لگے۔ میں تو ڈاکٹر نہیں ہوں جن ڈاکٹروں نے بچی کو دیکھا انہوں نے مائی سین تجویز کی چنانچہ بچوں والی مائی سین دینی شروع کی گئی پانچ سات دن گزر گئے مگر آرام نہ آیا یہاں تک کہ نوبت دس دس منٹ کے بعد اسہال تک پہنچ گئی تو میں نے اپنی بہو سے کہا کہ دراصل اب یہ بیماری کے اسہال نہیں اب یہ دوائی کے اسہال شروع ہو گئے ہیں۔ اس واسطے تم اس دوائی کو چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ دوائی چھڑوا دی اور اپنا ہی جو مجھے تھوڑا بہت ہومیو پیتھی کا علم ہے اس کے مطابق علاج کیا تو اسے آرام آ گیا۔ دو تین سال کی بات ہے ہمارے ایک شاہد مبلغ مجھے ملنے کے لئے آئے تو میں انہیں دیکھ کر حیران ہو گیا پہلے ان کی صحت عام طور پر بڑی اچھی اور چہرے پر رونق رہتی تھی لیکن اب جو میں نے دیکھا تو یوں لگا جیسے وہ نیم مردہ سے ہیں۔ میں نے ان سے کہا بات سنو! بات نہ کرنا۔ میں نے پوچھا کیا آج کل اینٹی بائیوٹک ادویہ کھا رہے ہو کہنے لگے ہاں میں نے کہا وہ تمہارے چہرے پر ہلاکت کے آثار چھوڑ رہی ہیں۔ اس لئے میں آپ کو یہ حکم دیتا ہوں کہ آج کے بعد تم اینٹی بائیوٹک ادویہ استعمال نہیں کرو گے۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد ان کا خط آ گیا کہ میں نے آپ کا حکم مان لیا تھا اور دوائی چھوڑ دی تھی اس سے مجھے آرام آ گیا ہے۔

پس اس قسم کی جتنی بھی اینٹی بائیوٹک ادویہ ہیں ان کے استعمال میں بڑی احتیاط کی

ضرورت ہے۔ ہمارے ایلوپیتھی کے اطباء کو چاہئے کہ وہ مریضوں کو سوائے اس کے کہ کوئی اور چارہ نہ رہے اس قسم کی مہلک ادویہ استعمال نہ کرائیں اور نہ ہمارے مریضوں کو ان دواؤں کے استعمال پر اصرار کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل دی ہے اس لئے ہمیں عقل سے کام لینا چاہئے۔

دوسری پرانی طب ہے اسے آئیورویدک، طب یونانی کہتے ہیں یا اسے اسلامی طب کہنا چاہئے کیونکہ ہمارے مسلمان اطباء نے اس پر بڑا کام کیا ہے لیکن میں نے کسی کو مسلم کہتے نہیں سنا۔ حالانکہ یہ دراصل مسلم طب ہے کیونکہ مسلمان اطباء نے اس کی ترقی وترویج میں بڑا کام کیا ہے۔ ایک وقت تک اس طب نے بڑا اچھا کام کیا اور دنیا کو اس کے ذریعہ بڑا فائدہ پہنچایا۔ مگر بعد کے زمانہ میں فکر میں بھی، مشاہدہ میں بھی اور عملی تجربات میں بھی تنزل رونما ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں نے باہر سے مختلف قسم کے دوسرے خیالات تھے وہ لئے اور کچھ انہوں نے اس طب یونانی سے اخذ کئے اور علم طب میں ترقی کر گئے انہوں نے ان کا زیادہ صحیح استعمال کیا یا غلط استعمال کیا اس سے اس وقت بحث نہیں تاہم میں یہ مثال دیا کرتا ہوں کہ طب یونانی کے جو مرکبات اور نسخے ہیں میرا خیال ہے کہ پچاس فیصد سے زائد نسخوں میں افیون پڑتی ہے لیکن میرے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں حالانکہ میں نے لوگوں سے پوچھا بھی ہے اور خود غور بھی کیا ہے لیکن مجھے کوئی آدمی ایسا نہیں ملا جس نے طب یونانی یا مسلم طب کا ایک ایسا نسخہ استعمال کیا ہو جس میں افیون پڑتی ہو اور اسے افیون کھانے کی عادت پڑ گئی ہو۔ میرے علم میں ایسا کوئی مریض نہیں ہے لیکن یہ بات میرے علم میں ہے کہ جب ایلوپیتھی میں افیون کے مختلف ست (اجزاء) نکالے گئے اور میرے خیال میں اس وقت تک ۲۳۔ ۲۴ اجزاء بنائے جا چکے ہیں بلکہ اب تو کسی نے مجھے بتایا ہے کہ ان کی تعداد ۳۵۔ ۴۰ تک جا پہنچی ہے۔ بہرحال جب ان کو علیحدہ علیحدہ استعمال کیا گیا تو میرے علم میں ہے اور ڈاکٹروں کے علم میں بھی ہے کہ اکثر مریضوں کو افیون کھانے کی عادت پڑ گئی اسی لئے جو سمجھدار ڈاکٹر ہے وہ اپنے مریض کو تنبیہ کر دیتا ہے کیونکہ بعض ایسی طبائع ہوتی ہیں کہ ان کو ایک ٹیکے یا ایک خوراک سے افیون کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ غرض جو نقصان طب یونانی کی شکل میں افیون دینے سے نہیں ہوا تھا وہ

ایلوپیتھی کی شکل میں دینے سے پیدا ہوگیا۔ بایں ہمہ ایلوپیتھی والوں کا یہ کہنا کہ طب یونانی ہمارے کام کی نہیں ہے یہ تو پرانا اور دقیانوسی طریق علاج ہے۔ یہ طب ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ یہ کہنا غلط ہے۔

لیکن انسان جب کسی مسئلہ میں مجبور ہو جاتا ہے تو پھر نئی راہیں تلاش کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اس توجہ کی مثال ہمیں چین میں نظر آتی ہے۔ چین بھی چونکہ ایک نیا اور ترقی کرنے والا ملک ہے۔ اس نے بھی شروع میں ایلوپیتھی طریقِ علاج اختیار کیا لیکن چند سال ہوئے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہم ستر اسی کروڑ آبادی کا علاج ایلوپیتھی کے ذریعہ نہیں کر سکتے۔ ایک تو لوگ اتنی کثرت سے بیمار ہوتے ہیں دوسرے اس پر بہت زیادہ خرچ آتا ہے۔ دواؤں کا مہیا کرنا اور مریض کے علاج کا خرچ اٹھانا حکومت کے ذمہ ہے۔ پھر بعض ایسی بیماریاں ہیں جن کے لئے کوئی دوا نہیں ہے۔ چنانچہ جب انہوں نے اس مسئلہ پر غور کیا تو انہیں یہ احساس ہوا کہ یہ سمجھنا غلطی ہے کہ پرانی طب بے فائدہ ہے۔ اس کو بالکل چھوڑ دینا ٹھیک نہیں۔ بالآخر انہوں نے ایک جامع پروگرام کے ماتحت کئی لاکھ ڈاکٹر اور میڈیکل کالجوں کے طلباء کو سارے چین میں پھیلا دیا اور کہا کہ جتنے بھی بڑے بوڑھے حکیم لوگ ہیں ان سے مل کر علاج کے پرانے ٹوٹکے دریافت کرو۔ ویسے ہر جگہ کوئی نہ کوئی آدمی حکیم ضرور ہوتا ہے۔ جس کو کچھ آتا ہے وہ بھی حکیم ہے اور جس کو کچھ نہیں آتا وہ بھی حکیم ہے اس قسم کے کسی حکیم کا نسخہ کبھی فائدہ دیتا ہے اور کبھی نقصان بھی دیتا ہے۔ بہر حال چینی ڈاکٹروں اور طالب علموں کی ٹیمیں گاؤں گاؤں میں گئیں اور سترّ سترّ اسی سال کے بوڑھے لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ کون سی بیماری کا کس دوائی یا جڑی بوٹی سے علاج کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بوڑھے لوگوں اور پرانے حکیموں کی باتوں، ان کے تجربات اور آزمودہ جڑی بوٹیوں کے متعلق معلومات کو بڑی سنجیدگی سے نوٹ کیا اور پھر ایک جگہ اکٹھا کر کے ان پر غور کیا گیا۔ اور پھر ان فراہم شدہ معلومات کی روشنی میں دوائیاں تیار کر کے ان پر تجربات کئے گئے اور اس طرح وہ ایسی دوائیں بنانے میں کامیاب ہوگئے جو ایلوپیتھی والے نہیں بنا سکے مثلاً اگر معدہ کا کینسر ہو تو ایلوپیتھی ڈاکٹر معدہ کا بیمار حصہ کاٹ دیتے ہیں اور جو صحت مند حصہ ہوتا ہے اس کو سی دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے معدہ

میں اور انتڑیوں میں ایک حرکت پیدا کی ہے جس کے نتیجہ میں ایک تو کھانا آگے جاتا ہے اور ہضم ہوتا ہے کھانا ہضم کرنے کے لئے انتڑیوں اور معدہ میں چھوٹے چھوٹے گلینڈز ہوتے ہیں جن میں سے سکویشن نکلتی ہے اس کے بغیر کھانا ہضم نہیں ہوسکتا۔ پس ایک تو یہ حرکت ہے۔ دوسرے خون کا دوران ہوتا ہے جو صحت کے لئے ضروری ہے۔ اس قسم کے آپریشن سے نظام ہضم کو بہت بڑا صدمہ پہنچتا ہے۔ وہ کام نہیں کرتا۔ معدہ اور انتڑیوں میں حرکت نہیں رہتی مگر ایلوپیتھی والے جب آپریشن کرتے ہیں تو کئی دن کھانے کو نہیں دیتے کہتے ہیں کہ جو کھانا کھاؤ گے وہ اندر جا کر سڑ جائے گا۔ معدہ میں چونکہ کوئی حرکت نہیں اس لئے معدہ میں پڑا رہے گا انتڑیوں میں چلا گیا تو وہاں پڑے گا اور عفونت پیدا ہو جائے گی جس سے زہر پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے ڈاکٹر ایسے مریض کو کئی دن تک کھانے کو کچھ نہیں دیتے۔ ایک تو آپریشن کر کے کمزور کر دیتے ہیں دوسرے کھانے کو کچھ نہیں دیتے اس سے مریض اور بھی زیادہ کمزور ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض کئی کئی مہینوں بلکہ بعض دفعہ سالوں تک اپنی نارمل صحت حاصل نہیں کر پاتا لیکن حکومت چین نے جو معلوماتی ٹیم دیہاتوں میں بھجوائی تھی ان کے ذریعہ پرانے حکیموں سے باتیں کر کے یہ پتہ لگا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض ایسی جڑی بوٹیاں پیدا کی ہیں جن کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ انتڑیوں اور معدہ کی حرکت کو معمول پر لے آتی ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں میں نے ایک چینی رسالے میں ایک مضمون پڑھا تھا کہ چینی ڈاکٹروں نے ایک بہت ہی زیادہ بیمار آدمی کا آپریشن کیا۔ پیٹ کھولنے پر معدہ بہت زیادہ خراب نکلا ایک مٹھی بھر صحت مند معدہ رہ گیا تھا۔ اس کو تو انہوں نے سی دیا اور جو بیمار حصہ تھا اسے کاٹ دیا اور قبل اس کے کہ وہ معدہ کے ساتھ انتڑی کو ملاتے انہوں نے ایک پلاسٹک کی ٹیوب انتڑی کے منہ پر رکھدی اور وہی نسخہ جو بڑے بوڑھے حکیموں سے حاصل کیا تھا جو دس جڑی بوٹیوں کے مرکب پر مشتمل تھا۔ ٹیوب کے ساتھ ایک خوراک اندر داخل کر دی تو چونکہ پیٹ کھلا ہوا تھا انہوں نے دیکھا کہ اسی وقت انتڑیوں میں حرکت پیدا ہوگئی ہے چنانچہ انہوں نے آپریشن مکمل ہونے کے دو گھنٹے بعد مریض کو نرم غذا دے دی اور پھر تین دن کے بعد کہا کہ جو مرضی کھاؤ کچھ نہیں ہوگا۔

ہمارے ایلوپیتھی والوں کے پاس اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہے انہیں تو بس کاٹنا اور جوڑنا

آتا ہے اس طرح وہ بیمار کو اور زیادہ بیمار کر دیتے ہیں۔ غرض میں بتا یہ رہا ہوں کہ دوسری طب یونانی ہے جو پہلے فائدہ دیتی رہی ہے اور اب بھی فائدہ دے سکتی ہے لیکن عقلِ انسانی کا استعمال ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لئے عقل دی ہے کہ وہ اپنے نفع اور نقصان کو معلوم کر سکے۔ تاہم جو احمدی طبیب ہے اس کی عقل انسانی تو نورِ آسمانی کا مرکب بن کر عقل اور نورِ آسمانی کا ایک بڑا ہی اچھا نسخہ پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دوستوں کو فراست عطا کرتا ہے۔ وہ دعائیں کرتے ہیں۔ پس ایک یہ طب یونانی ہے اس کا صحیح استعمال ہونا چاہئے عقلمندوں نے پھر اسکے ذریعہ علاج شروع کر دیا ہے۔

علاج کی تیسری قسم ہومیو پیتھی ہے۔ اس نے بھی بڑی ترقی کی ہے۔ غرض ایلو پیتھی طب یونانی اور ہومیو پیتھی طریق پر مریض کا علاج کرنے والے ڈاکٹر اور اطباء خاص طور پر اس وقت میرے مخاطب ہیں۔ اس وقت یہاں جو بیماری پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے میں نے یہ دن بڑے فکر میں گزارے ہیں۔ جماعت کے بچوں اور بزرگوں کو بیمار دیکھ کر میں ان دنوں بڑا فکر مند رہا ہوں۔ بعض دفعہ ہر روز تین تین چار چار موصی اور موصیات کے جنازے پڑھتا رہا ہوں اس لحاظ سے بھی یہ امر فکر پیدا کرنے والا ہے اس لئے تمام ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک ڈاکٹر اور یونانی طبیب کل شام عصر کی نماز کے بعد مجھ سے ملیں۔ ہم سب بیٹھ کر سوچیں گے کہ اس بیماری کا جو ایک طرح سے ابتلاء اور امتحان ہے اس کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ ڈاکٹروں کو تو میں علیحدہ طور پر بھی تلقین کروں گا کہ جو دوست مریض ہیں ان کے لئے دعا بھی کریں۔ بلا ضرورت محض اصرار مریض یا اس کے لواحقین کے کہنے پر مائی سین وغیرہ کا استعمال نہ کریں۔ وقت پر بیماری کو پکڑیں۔ مریض سے ہمدردی کریں اور ضرورت کے وقت مریض کو دیکھنے کے لئے اس کے گھر پہنچ جائیں۔ آج کل فضل عمر ہسپتال میں بھی ڈاکٹروں کی بہت کمی ہوگئی ہے میں یہ تحریک کرنا چاہتا ہوں اور الفضل کو چاہئے کہ وہ کل ضرور شائع کر دے کہ ہمارے احمدی ڈاکٹروں میں سے ایک یا دو ڈاکٹر ایک مہینے کی چھٹی لے کر یہاں آ جائیں تاکہ ربوہ میں جو دوست بیمار ہیں ہم ان کا اپنی تسلی کے مطابق علاج یعنی تدبیر والا حصہ پورا کر سکیں۔ جو دعا والا حصہ ہے اس کے لئے تو کسی اندرونی یا بیرونی ڈاکٹر کی

ضرورت نہیں ہے۔ میں اور آپ سب دعا کریں گے لیکن جو تدبیر والا حصہ ہے اس میں بھی ہم نے پوری کوشش کرنی ہے اس وقت کما حقہ تدبیر نہیں ہو رہی کیونکہ ڈاکٹروں کی کمی ہے۔ اگر ہمارے ایک یا دو فزیشن ڈاکٹر ایک مہینے کی چھٹی لے کر یہاں آ جائیں تو مجھے امید ہے کہ بیماری پر بڑی حد تک قابو پالیں گے۔ ہمارے ایک اپنے ڈاکٹر مزید تجربہ حاصل کرنے کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں وہ واپس آنے والے ہیں شاید آٹھ یا دس دسمبر کو انشاء اللہ یہاں پہنچ جائیں گے۔ ڈاکٹر لطیف صاحب بھی اچھے خاصے کامیاب ڈاکٹر تھے اور میرا خیال ہے کہ دعائیں کرنے والے بھی تھے کیونکہ ان کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے شفا بھی رکھی تھی۔ وہ اپنی بعض مجبوریوں کے وجہ سے چھٹی لے کر باہر گئے تھے۔ انہوں نے اس سال اگست ستمبر میں واپس آنا تھا مگر وہ اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے نہیں آ سکے تاہم میں نے ان کو لکھا ہے کہ وہ اپنی مجبوریوں کو چھوڑیں اور بہت جلد واپس آ جائیں لیکن اس وقت چونکہ ہمیں فوری طور پر فزیشن ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت بہرحال پوری ہونی چاہئے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہمارے احمدی ڈاکٹر صاحبان جو پاکستان میں مختلف جگہوں پر کام کر رہے ہیں۔ ان میں ایک یا دو ڈاکٹر ایک ایک مہینے کی رخصت لے کر ربوہ آ جائیں تا کہ میری اور آپ کی فکر دور ہو سر دست جو ڈاکٹر یہاں موجود ہیں یعنی تینوں قسم کے اور ان سب کو میں اطباء یعنی ڈاکٹر کہتا ہوں اس لئے کوئی یہ نہ سمجھے کہ آپ نے ڈاکٹر کہا تھا اور میں تو ہومیو پیتھ ہوں یا طبیب ہوں اس لئے میٹنگ میں شامل نہیں ہوا۔ میری مراد اس وقت وہ سب دوست ہیں جو یہاں طب کا کام کرتے ہیں یعنی جو پیشہ ور طبیب ہیں خواہ وہ ہومیو پیتھک کے ڈاکٹر ہوں یا ایلو پیتھک کے یا طب یونانی یا مسلم طب کے حکیم اور طبیب ہوں۔ وہ سب کل عصر کی نماز کے بعد میٹنگ میں شامل ہوں تا کہ ہم مشورہ کریں اور پھر سارے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی مناسب عملی اقدام کریں۔

میں نے آپ کو ایک تحریک کی تھی کہ پانی ابال کر پیا کریں۔ اگر اس طرح پانی بدمزہ لگے تو سبز چائے کی پتی بیچ میں ڈال دینی چاہئے۔ دوست اس پر ضرور عمل کریں۔ معدہ اور انتڑیوں کے لئے ابلا ہوا پانی بہت مفید ہے۔

میں مختصراً ایک اور بات بھی کہنی چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مجلس صحت کا کام کچھ سست پڑ گیا ہے گرمیوں میں تو سست ہونا ہی تھا کیونکہ اکثر طلباء موسم گرما میں ربوہ سے باہر چلے جاتے ہیں۔ پچھلا وقت تو گزر گیا اب اس کام میں چُستی پیدا ہونی چاہئے۔ مجلس صحت کا ایک کام ربوہ میں شجرکاری بھی ہے۔ فروری میں درخت لگانے کا موسم آئے گا اگر اس وقت تک ہم اسی طرح بیٹھے رہے کہ وقت پر کام کریں گے تو پھر جس طرح ہم پہلے درخت نہیں لگا سکے اسی طرح اب بھی نہیں لگا سکیں گے اس واسطے یہ کام ابھی سے شروع کر دینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ہمیں یہ پتہ ہونا چاہئے کہ کہاں کہاں درخت لگ سکتے ہیں وہاں درخت لگانے کا انتظام ہونا چاہئے میں سمجھتا ہوں کہ ہم ربوہ میں پندرہ بیس ہزار درخت لگا سکتے ہیں جس سے شہر کی شکل بدل سکتی ہے۔ پھر درختوں کی حفاظت کی بھی ضرورت ہے۔ درختوں کی حفاظت کی ذمہ داری میں اس طبقے پر ڈالتا ہوں جس سے درختوں کو سب سے زیادہ خطرہ رہتا ہے اور اس سے میری مراد بچے ہیں۔ اطفال الاحمدیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ چھوٹے درختوں کی حفاظت کریں اور اپنے ان بھائیوں کا بھی خیال رکھیں جو ابھی چھوٹے ہیں اور اطفال الاحمدیہ کی عمر کو نہیں پہنچے۔ ایسے چھوٹے بچے بھی درخت نہ توڑیں۔ دراصل (درخت کے لئے دو حالتیں خطرناک ہوتی ہیں۔ ایک جب وہ بالکل چھوٹا ہوتا ہے۔ اس حالت میں بچے بھی اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ دوسری وہ حالت ہے جب درخت بڑا ہو جاتا ہے اس کی ہری بھری ٹہنیاں نکل آتی ہیں اس وقت بعض بیوقوف حریص اور دنیا دار آدمی دو چار آنے کے فائدہ کے لئے اس کی ٹہنیوں کو کاٹ دیتے ہیں۔ ان ہر دو حالتوں میں درختوں کی حفاظت ازبس ضروری ہے۔ جب کبھی ایسا آدمی درخت کاٹ رہا ہو دوسرے آدمی کو اس کے پاس سے نوٹس لئے بغیر گزر نہیں جانا چاہئے بلکہ اسے ٹوکنا چاہئے اور اس سے یہ پوچھنا چاہئے کہ وہ کس کے حکم سے درخت کاٹ رہا ہے بعض دفعہ خود میں نے دیکھا ہے جب پوچھا کہ کیوں درخت کاٹ رہے ہو؟ تو بولا کہ جی بس کاٹ رہے ہیں۔ اب دیکھو ہم نے تو ۲۰-۲۵ سالہ کوشش کے نتیجہ میں یہاں کچھ تھوڑے بہت درخت لگائے ہیں اور اس قسم کے لوگ آرام سے آ کر بغیر اجازت بغیر کسی جائز وجہ اور بغیر جائز حق کے درخت کاٹنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں جی بکری کے لئے چارہ یا چائے کے لئے ایندھن کی ضرورت ہے۔ اس قسم کی

ضرورت ربوہ کے درختوں سے پوری نہیں کرنی چاہئے۔ پس ربوہ کے ہر مکین کا یہ فرض ہے کہ اسے جہاں بھی نظر آئے کہ کوئی شخص درخت کاٹ رہا ہے تو وہ اس کے پاس چلا جائے اور اسے درخت کاٹنے سے روک دے۔ یہ تو تھی وہ ذمہ داری جو ان درختوں کی حفاظت کے لئے ہے جو پہلے سے موجود ہیں جو نئے درخت لگائے جائیں گے ان کی حفاظت کی ذمہ داری اطفال الاحمدیہ پر ہے۔ سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق دس فی صد درخت مرجاتے ہیں اور بڑھتے نہیں انسانی غلطی یا لاپرواہی کے نتیجہ میں ایک درخت بھی ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ سارے چھوٹے اور بڑے بچے درختوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ مجلس صحت کو چاہئے کہ ان کی ٹولیاں بنا کر ہر ٹولی کے ذمہ لگائیں کہ مثلاً انہوں نے فلاں جگہ کے اتنے درختوں کی حفاظت کرنی ہے۔

دوسرے صفائی وغیرہ کا کام ہے ورزش کے لئے میدان ٹھیک کرنے کا کام ہے۔ مجلس صحت کی طرف سے مجھے دیر سے کوئی رپورٹ نہیں ملی۔ شاید ہمارے چوہدری بشیر احمد صاحب بیمار ہوگئے ہیں یا لاپرواہ ہوگئے ہیں۔ یہ لاپرواہی بھی ایک قسم کی بیماری ہی ہے بہرحال مجلس صحت کو پوری طرح بیدار رہ کر اور پورے زور سے عمل کرنے والی ایک فعّال مجلس بننا چاہئے۔ سارا ربوہ اس کا ممبر ہے۔ میں نے یہ ہدایت کی تھی کہ جلسہ سالانہ سے پہلے سیر کا ایک اور مقابلہ کرایا جائے جس میں ربوہ کا ہر مکین یعنی مرد شامل ہو اور اس کے لئے اخبار کے ذریعہ بار بار اعلان کیا جائے۔ سیر کا مقابلہ تو آج ہوگیا ہے الحمدللہ۔ یہ پتہ نہیں کہ کتنے دوست اس میں شامل ہوئے ہیں تاہم یہ اصول ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی کام کو پوری طرح کامیاب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی بار بار یاددہانی کرائی جائے اور اس طرح ایک بیداری پیدا کردی جائے جو اصل کامیابی کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہوتی ہے۔ الحمدللہ کچھ کام تو ہوگیا ہے لیکن جلسہ سالانہ تک اور بہت کام کرنے والے ہیں اس لئے مجلس صحت کو اب پوری طرح بیدار رہنا چاہئے۔

درختوں کے متعلق میں ایک بار پھر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ریل اور سڑک پر بھی دورویہ درخت ہونے چاہئیں۔ علاوہ ازیں اور کئی جگہیں بیکار پڑی ہوئی ہیں مثلاً ہمارا جلسہ گاہ ہے اس کی حدود

میں بالکل آخر میں دو دو درختوں کی ایک قطار ہونی چاہئے۔ علاوہ اجتماعی فوائد کے باہر سے آنے والوں کو ان سے بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً گرمیوں میں اگر کوئی دوست باہر کے گاؤں سے گھوڑی یا پچھیری پر سوار ہو کر نماز پڑھنے کے لئے آئے تو وہ اپنے جانور کو درخت کے ساتھ باندھ دے گا یا اگر اس کے ساتھ کوئی غیر از جماعت دوست ہے تو وہ وہاں آرام کر سکے گا اگر کوئی عورت ہے جو ایسی حالت میں ہے کہ نماز نہیں پڑھ سکتی تو وہ درخت کے نیچے بیٹھ جائے گی۔ اس وقت آپ نے کوئی ایسی جگہ نہیں بنائی جہاں آدمی آرام کر سکے۔

(غرض درختوں کے بے شمار فوائد ہیں یہ انسان کے ہزاروں کام آتے ہیں اس لئے نئے اور پرانے درختوں کی حفاظت از بس ضروری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سایہ دار اور پھلدار درختوں کے کاٹنے سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ قرآن کریم نے بھی اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ ایک موقع پر جنگ کے دوران انسان کی جان کی حفاظت کے لئے نہیں! بلکہ ایک مسلمان کی جان کی حفاظت کے لئے (جس کی قیمت زیادہ ہے) غالباً نو درخت کاٹنے پڑے تھے جس پر قرآنی وحی نازل ہوئی کہ یہ درخت ہمارے حکم سے کاٹے گئے ہیں۔ غرض اتنی چھوٹی سی استثنائی صورت کا ذکر حکمت سے خالی نہیں ہے آخر نو درخت ہیں کیا چیز؟ لیکن چونکہ امت مسلمہ کو یہ سبق دینا مقصود تھا کہ اتنی اہم ضرورت کے لئے نو درخت کاٹنے پر بھی اللہ کا الہام نازل ہوا۔ گو اس طرح آئندہ کے لئے بوقت ضرورت درخت کاٹنے کی اجازت تو مل گئی لیکن اس سے بالواسطہ طور پر درخت خواہ وہ سایہ دار ہوں یا پھلدار ہوں ان کے نہ کاٹنے بلکہ نئے درخت لگانے اور ان کی حفاظت کرنے کی تاکید کی گئی ہے میرے دل میں یہ شدید خواہش ہے کہ ہمارا ربوہ ایک باغ بن جانا چاہئے۔ آخر یہ افسوس ناک تفاوت اور اس کو دور کرنے کا خیال ہمارے پیش نظر کیوں نہیں رہتا کہ ہمارے جو بزرگ اس دنیا سے چلے گئے۔ ان کی جو ابدی رہائش گاہ ہے اس کو تو ہم نے باغ بنا دیا مثلاً قادیان کا بہشتی مقبرہ ہے یہاں ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں درخت نکل رہے ہیں۔ مگر جو زندوں کی رہائش گاہیں ہیں ان کو ہم نے نظر انداز کر رکھا ہے حالانکہ اس دنیا میں تو زندوں کی رہائش گاہوں کی طرف بھی خاطر خواہ توجہ ہونی چاہئے تھی۔ ابدی رہائش گاہوں میں درختوں اور پھولوں کے اپنے فوائد ہیں اس لئے یہ نہ ہو کہ کل کوئی لکڑہارا

ہمارے بہشتی مقبرہ میں سے درخت کاٹنے شروع کر دے۔ وہاں بھی درخت ہوں گے اور پھول اُگیں گے اور ماحول خوش نما اور خوشگوار ہوگا کیونکہ باہر سے جو لوگ آتے ہیں (جن میں بعض غیر از جماعت دوست بھی ہوتے ہیں) ان کے دل پر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں قبروں کی سیدھی قطاریں بنی ہوئی ہیں درخت لگے ہوئے ہیں پھول اُگے ہوئے ہیں صفائی ہے خاموشی ہے اور فضا پرسکون ہے اور دعا کرنے کی کیفیت پیدا کرنے والا سماں ہے چنانچہ جو لوگ احمدی نہیں ہوتے وہ بھی خاص طور پر محسوس کرتے ہیں کہ واقعی یہ جگہ بہشت کا نمونہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ربوہ کا ہر گھر بھی اسی طرح بہشت کا نمونہ بن جائے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق ہی سے یہ ہوسکتا ہے)

بہرحال مجلس صحت کو اب زیادہ چوکس ہوکر کام شروع کر دینا چاہئے۔ پہلی سٹیج میں سے ہم گزر گئے ہیں ایک سیڑھی ہم چڑھ گئے ہیں۔ دوسری سیڑھی پر ہم چڑھ رہے ہیں مجلس کے کام کرنے کا یہی وقت ہے۔ بہت سارے کام ایسے ہیں جو سردیوں میں ہوسکتے ہیں گرمیوں میں ان کا ہونا بڑا مشکل ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کاموں کے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کما حقہ توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴؍جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۳ تا ۸)

❋❋❋